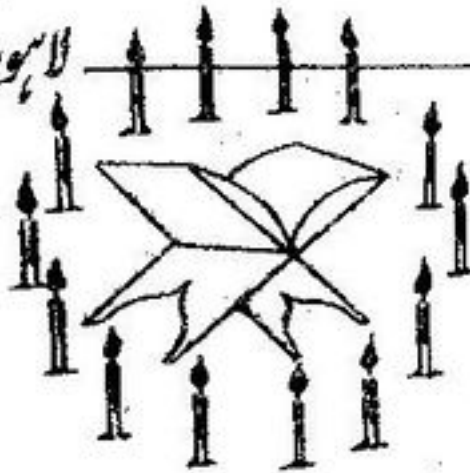


بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نقش آغاز

لاہور کی اسلامی کانفرنس



ایک ہوں مسلم حرم کی پاسبانی کیلئے

لاہور کی مسلم سربراہ کانفرنس ایک ایسا اقدام ہے، جس پر موجودہ حکومت ہزار مخالفین کے باوجود بھی لائق تحسین ہے۔ گو کانفرنس سے عالم اسلام کے حق میں کسی بڑے اور اہم انقلابی فیصلے کی امیدیں وابستہ کرنا قیل از وقت سہی مگر مضمرات محرکات اور پاکیزہ مقاصد کی بناء پر مسلمان سربراہوں کا اتنا بڑا اجتماع بذات خود ایک بڑی کامیابی ہے اس لئے کہ یہ اجتماعیت اور اتحاد ملی کا احساس اجاگر ہونے کی ایک واضح علامت ہے۔ اور مسلمانوں کیلئے ایک روشن مستقبل کی غمازی کر رہا ہے۔ مسلمانوں کا باہمی ربط و اتحاد اور ملی و فکری یک جہتی ایک ایسی چیز ہے جسے ہر دور میں مسلمانوں کی فتح و عروج اور بقا و سالمیت میں ریڑھ کی ہڈی جیسا مقام حاصل رہا ہے۔ قرآن و حدیث اول تا آخر مسلمانوں کو اسی اتحاد و اجتماعیت کا سبق اور باہمی افتراق و انتشار تخریب اور انتشار سے پرہیز کی تلقین سے برہیز ہیں۔ اسلام مشرق و مغرب کے مسلمانوں کو جسبند واحد اور سیمہ پلائی ہوئی دیوار سے تعبیر کرتا ہے۔ بنیان مرصوص، اسنان المشط اور جسبند واحد سب اسی تعلیم اتحاد کی تمثیلات ہیں۔ تمام کلماء اسلام اور نور ایمانی سے سرشار اصحاب بصیرت علماء عارفین اور مورخین نے تاریخ کے ہر دور میں مسلمانوں کی فتح و عروج اور ذلت و ادبار کا اولین سبب اسی اتحاد یا افتراق کو قرار دیا ہے۔ دشمنان اسلام نے پہلے ہی دن اس راز کو پالیا تھا۔ اور عہد نبویؐ کے بعد افتراق و انتشار پیدا کرنے کے لئے سیاسی، فکری، نظری اور علمی میدانوں میں کوئی حربہ ایسا نہ چھوڑا، جسے مسلمانوں پر نہ آزمایا گیا جس کی وجہ سے فکری کج روی نظریاتی گمراہی پر مبنی ہزار ہا ہزار فرقوں اور جماعتوں کا ظہور ہوا اور الحاد و زندقہ، کفر و شرک، زینح و فساد کا کوئی شعبہ نہ تھا، جو آئے دن مسلمانوں کے باہمی جنگ و جدال اور افتراق

انشقاق میں مزید امتنان نہ کرنا گیا ہو۔ بالخصوص یہود و نصاریٰ نے اس حربے کو خوب خوب استعمال کیا یہاں تک کہ ایک وقت آیا کہ خلافت عثمانیہ کی شکل میں رہی یہی اجتماعیت بھی ٹکڑے ٹکڑے کر دی گئی، قوم و وطن اور دنگ و نسل کے نام پر مسلمان لڑائے گئے، خلافت کا شیرازہ بکھرا اور اس کے چھوٹے چھوٹے اصناف الگ الگ ریاستوں میں تبدیل کر دیے گئے۔ نتیجتاً مسلمان دنیا کی ایک فاتح سرخرو اور بالادست قوم ہونے کے باوجود اعتماد کے درپزہ گر اور دشمنوں کے رحم و کرم پر رہنے اور خوشی خوشی طوق غلامی پہننے والی قوم بن کر رہ گئے، اور یہ وہ قوم تھی جسے قدرت نے بے پناہ وسائل رزق، گوناگوں خزانے، بے حساب معدنیات، زمینی قوتوں، پٹرول، سونا، فولاد تک سے بے تحاشا مالا مال کر دیا تھا۔ افرادی لحاظ سے وہ دنیا کی ایک عظیم قوت تھی، جغرافیائی اتصال و ارتباط کے لحاظ سے بھی چین سے لیکر کاشغر تک وہ زمین کے لئے ناف اور دنیا کے لئے دل کی حیثیت رکھتے تھے۔ مگر یورپ نے آپس میں لڑا کر ان کے وسائل کو غنیمت سلطنتوں کو جاگیر اور افراد کو غلام بنالیا وہ ہماری تمام بھڑی توانائیوں کو حاصل کرتا اور ہمیں باہمی جنگ و جدال کے نتیجے میں چار دنا چار اپنے ہی دامن میں پناہ لینے پر مجبور کرنے لگا کہ ہم گرتے پڑتے اُسی کے گھر پر دستک دیتے رہیں۔ اس سے اسلحہ کا سوال کریں اور اپنی تمام قوتوں سے بنے ہوئے جنگی ہتھیار کو سود و سود سے دے کر ایک دوسرے کے خلاف استعمال کریں۔ اور یہ یورپ کا ایک ایسا شیطانی چکر ہے جس میں آزادی کے باوجود آج تک مسلمان — بچنے ہوئے ہیں۔ ورنہ یورپ میں بالادستی کی کوئی ایسی بات نہ تھی وہ اس صنعتی انقلاب پر فخر نہیں کر سکتا جو انسانوں کو انسانوں سے لڑانے کا ذریعہ اور طبقاتی مسائل پیدا کرنے کا اہم سبب اور جسکی ساری صنعتیں ایشیا اور افریقہ کے تمام مواد پر موقوف ہیں اسکی صنعتی اور جنگی بالادستی مسلمانوں کے پٹرول کی مرہون ہے۔

رہ گئی مادی ترقی وہ بالآخر انسانوں کے نہ ختم ہونے والی ہوس و حرص اور خواہش و شہوت کی پرستش پر مبنی تہذیب و تمدن کا ذریعہ بن گئی، نتیجتاً انسان ایک غیر مہذب غیر فطری چوپایہ تو بن گیا۔ انسان نہ رل ظاہر ہے کہ ایسا تہذیب و تمدن بھی۔ یورپ کی بالادستی کا نہیں زیردستی کا ذریعہ بننا چاہئے تھا۔ لیکن مسلمان اور افریشیائی اقوام پھر بھی زیر دست اور مجبور و مقہور رہے۔ ذلت و ادبار ان کے عقدر کی چیز نہ تھی، لیکن اسی افتراق و انتشار اور باہمی جنگ و جدال نے انہیں غیروں کا لقمہ تر بنائے رکھا۔ اور یہی وہ اصل بیماری ہے جسکی وجہ سے ہر سامان ملک آج بھی کسی نہ کسی سطح پر داخلی اور خارجی جزائروں میں مبتلا ہے۔ پاکستان اور بنگلہ دیش کا المناک سبق تو تازہ ہی ہے۔ جو بے صبروں سے اور علاقوں سے لگا رہے ہیں۔ ایران و عراق آپس میں برسرِ پیکار ہیں۔ مصر و لیبیا کا اتحاد عربی وجود میں آتے آتے رہ جاتا ہے۔

افغانستان اور پاکستان سرحد جنگ میں مبتلا رہتے ہیں۔ مسلم اقلیتیں غیر مسلموں کے ہاتھوں پٹ رہی ہیں۔ قبرص جل رہا ہے، فلسطین تڑپ رہا ہے۔ کشمیر نالہ کنان ہے۔ تھائی لینڈ اور فلپائن کے مسلمان مسک رہے ہیں۔ وسط ایشیا کے بچے کچھے اسلامی آثار بھی مٹ رہے ہیں۔ بھارت کے کروڑوں مسلمان بے دست و پا ہیں۔ عرب عجم سے بدگمان اور عجم عربوں سے کبیدہ خاطر ہیں۔ ظہر الفساد فی البر والبحر بما کسبت ایدی الناس۔



ایسے حالات میں مدتوں بعد اجتماع لاہور کی شکل میں روشنی کی ایک کرن عالم اسلام کے افق پر نمودار ہوئی تو کتنی مسرتوں و دلروں اور شادمانیوں کی بات ہوگی۔ بلاشبہ ایسے اجتماعات ہونے چاہئیں اور مسلمانوں کو درپیش موجودہ مسائل کے ساتھ ساتھ ہمیں اجتماعی طور پر اپنے عروج و زوال فتح و شکست اور ذلت و لہجہ کے اسباب کا کھوج بھی لگاتے رہنا اور ساتھ ہی خرابی اور بربادی کا مداوا بھی کرنا چاہئے، بلاشبہ اس اجتماع میں عربوں کے مسائل کو اولین مقام حاصل ہونا چاہئے۔ مسیحی بھر یہودیوں کا اسرائیل استعمار کے بل بوتے جہد اسلام میں ایک خنجر اور ایک رستا ہونا نامور بنا ہے۔ اسرائیل مسلمانوں کی طرف سے کسی بھی رد و اداری کسی بھی مصلحت کسی بھی حشیم پوشی یا نرم رویہ کا مستحق نہیں بلکہ اس بارہ میں ہمارا اسوہ حسنہ نبی کریم کی زندگی کا قول اور عمل ہونا چاہئے، کہ ابھی ہتھیار نہیں رکھے تھے کہ جبرائیل کی اطلاع پر یہود کا پوری طرح قلع قمع کرنے کے لئے دوبارہ مستعد ہو گئے۔ اور وفات کے وقت بھی آخری وصیت یہی تھی کہ یہود و نصاریٰ کو جزیرۃ العرب سے نکال دیجئے، کہیں انہیں قدم جمانے کا موقعہ نہ ملے اور خدا در بانی یہی تھا کہ وقتاً تو ہم حق لا نکون فتنہ۔ جب تک فتنہ کفر کی پوری بیخ کنی نہ ہو تمہیں آرام کرنے کا حق نہیں بلکہ تمہیں رٹتے رہنا ہے۔

بیت المقدس کی بازیابی ہمارے دین ہماری غیرت ہماری عظمت و فتنہ کی بحالی کی بابت ہے۔ اس سے کم کوئی بات قبول کرنا اسلامی سربراہوں کیلئے خودکشی کے مترادف ہونا چاہئے۔ لیکن ارض مقدس اور فلسطین کے ساتھ ساتھ قبرص و فلپائن اور کشمیر بھی نگاہوں سے مستور نہیں رہنا چاہئے۔ ساری دنیا کے کافر ملکوں میں مسلم اقلیتیں بیشمار مسائل سے دوچار ہیں اور کہیں تو مرگ و حیات کی کشمکش میں مبتلا، اسلامی زعماء اور ان کیلئے اس کا بھی حل تلاش کرنا ہوگا۔



اتحاد و رابطہ باہمی ارتباط کیلئے ضروری ہے کہ مادی اور ظاہری تمام وسائل بروئے کار لائے جائیں۔ مشترکہ فوجی اٹلی کمان، باہمی تجارتی و معاشی روابط، ایک مسلم جمعیۃ الاقوام مسلم خبر رساں

ایجنسیاں غیر سودی بنیادوں پر اسلامی بنک کا قیام یہ اور اس قسم کی ہزاروں چیزیں ہیں جو مسلمانوں کی ترقی و بقا اور سالمیت کے لئے نہایت ضروری ہیں۔ اور اس پر اتحاد و ربط کی بنیادیں استوار ہو سکتی ہیں۔ مگر مسلمانوں کے اتحاد کا اصل سرشتہ ان تمام مادی اور ظاہری باتوں سے بڑھ کر جن غیر محسوس اور روحانی چیزوں پر ہے وہ ہے ایمان کی پختگی اور اسلام کی راستبازی اور اس سے صحیح اور کامل شکل میں وابستگی یہ روح اور عقیدے کا رشتہ ہے جو ابدی اور لازوال ہے۔ ہمیں اگر صحیح معنوں میں کچھ چاہیے۔ یا چاہ سکتے ہیں۔ وہ یہی رشتہ ایمان و اسلام اور اتحاد و قلب و نظر ہے جس کے مقابل میں پوری زمین اور اس کے ساری قوتیں کوئی حیثیت نہیں رکھتی جو لوگ اتحاد و فکر و نظر کو مادی چیزوں سے دیکھنے اور اسے جسمانی آرٹ و کلچر کے زاویوں سے ناپتے رہتے ہیں وہ ہمیشہ غلطی پر ہیں۔ الفت و محبت اور اجتماع و ربط کے اسباب مسلمانوں کے اولین عمر بہ سعادت میں بھی مادی نہیں ربانی اور خدائی تھے حضور کو مخاطب کر کے فرمایا گیا۔ — والفت بین قلوبہم — ایمان و اسلام کو ذریعہ الفت بنا دیا۔ اور اُگے صرت زمینی اور مادی قوتیں نہیں بلکہ تمام مافی الارض کی حقارت بھی کسی طرح واضح کرادی کہ لو انفقت مافی الارض جمیعاً ما الفت بین قلوبہم — مسلمان مشرق کا ہو یا مغرب کا۔ لا الہ الا اللہ کہنے اور اسلام اور عقیدہ کے اتحاد کے بعد کسی دوسرے کچھل اور ثقافتی معاہدے کا محتاج نہیں۔ عقیدہ کا استحکام اس اتحاد کو غیر فانی دوام بخش دیتا ہے۔

اس لئے ایسے اجتماعات اور کانفرنسوں میں اس بنیادی سبب — ایمان کی تجدید اسلام کی تعمیل اور اس سے اپنی وابستگی کو غور و فکر کا بنیادی مسئلہ بنانا چاہئے۔ نظریاتی بنیادوں کی تطہیر و استحکام اس کے لئے قرآن اور قرآنی تعلیمات کو غام کرنے اسلامی تعلیمات کو اپنی تعلیم و تربیت کی پالیسیوں کا محور بنانے پر غور کرنا چاہئے، نوجوان نسل دین سے دور ہوتی اور ان کے دل و دماغ پر اغیار کی گرفت مضبوط ہوتی جا رہی ہے اور اسلامی معاشرہ ہر جگہ مغرب کی مادہ پرستانہ تہذیب کی زو میں ہے۔ عقائد و نظریات کو ادھم و خرافات شک اور تذبذب کا نشانہ بنایا جا رہا ہے۔ اسلام کی نظریاتی سرحدات میں دخل اندازی ہو رہی ہے۔ مسلمانوں کے اندر رہتے ہوئے۔ کچھ لوگ نئی نبوتوں کا علم اٹھا کر پورے عالم اسلام اور دنیا میں ملت مسلمہ کا شیرازہ منتشر کرنے کے درپے ہیں اور وہ ملت کے اتحاد سے لئے حزب کاری بہتے ہوئے ہیں۔ کوئی مسلمانوں کے معاش و اقتصاد کا رشتہ اسلام سے توڑنا چاہتا ہے۔ تو کوئی اخلاق و افکار کا، کوئی سیاست کی گاڑی مدینہ طیبہ سے موڑ کر امریکہ اور روس کی طرف دھکیلنا چاہتا ہے۔ تو کوئی اسلام کا نظام عدل یورپ کی بعضی جمہوریت کے خداداد پرچہ صارف ہے۔

یہ اور اس طرح وہ تمام باتیں جو امت مسلمہ، ابراہیمی ملت کے رشتہ اتحاد ملت کو نقصان پہنچانے والی ہیں۔ اسلامی سربراہوں کے غور و فکر کا مرکز بن سکیں تو نہ مسائل ختم ہو سکیں گے۔ نہ بیماری کا علاج ہو سکے گا۔

عالم اسلام کو جلد یا بدیر محض اعزاز و اکرام کے طور پر سہی کسی مرکزی شخصیت اور مرکزی لیڈر کے بارے میں بھی سوچنا پڑے گا۔ جو خلیفہ اور خلافت ختم ہونے سے پیدا ہونے والی خلافت کی کچھ تو تلافی کر سکے اور مسلمانوں کی مرکزیت کا ذریعہ بن سکے۔ عربی زبان کی اشاعت و فروغ اور اسے باہمی اتحاد کا ایک بنیادی ذریعہ قرار دینا بھی وقت کے اہم تقاضوں میں شامل ہے۔ یہ اور اس طرح کی بیشمار چیزیں عالم اسلام کے لئے ایسے باہمی اتحاد کا ذریعہ بن سکتی ہیں جو پائدار، مستحکم اور غیر قافی و لازوال ہو۔

ہماری دعا ہے کہ لاہور کی بین الاقوامی کانفرنس اعلیٰ سے اعلیٰ اور زیادہ سے زیادہ مثبت نتائج کا ذریعہ ثابت ہو اور نہ صرف پاکستان بلکہ پورا عالم اسلام اس کی برکات سے مالا مال ہو اور خدا سے دشمنوں اور اغیار کی ریشہ دوانیوں سے محفوظ رکھ کر کامیابی و کامرانی سے ہمکنار کر دے آمین وما ذلک علی اللہ بعزیز۔

حضرت مولانا میاں مسرت شاہ کا خیل رحمۃ اللہ علیہ

حضرت علامہ مولانا عبدالحق صاحب نافع گل مرحوم و مغفور جیسے جید اور ممتاز علامہ بگائے کمال کے علاوہ کئی اور علمی و دینی حادثے بھی پیش آئے۔ ان داغ مفارقت دینے والے بزرگوں میں حضرت مولانا الحاج میاں مسرت شاہ صاحب کا خیل بھی شامل ہیں۔ موصوف نہ صرف جید عالم تھے بلکہ اپنی خدا داد دہابیت، عزت و ثروت اور اثر و رسوخ کو بھی عمر بھر دین اور علوم دینیہ کی اشاعت و فروغ میں صرف کرتے رہے۔ وہ اپنی حیات مستعار کو علمی اداروں اور دینی کاموں میں لگا کر انشاء اللہ حیات بجا دہانی حاصل کر چکے ہوں گے مگر علمی و دینی حلقے ان کی جیتی جاگتی اور پر وقار شخصیت کو مدتوں روتے رہیں گے۔ دارالعلوم حقانیہ سے تو ان کا تعلق جسم و روح جیسا تھا۔ دارالعلوم کے تمام تنظیمی کاموں میں پیش پیش رہتے اور شوریٰ کے اجلاس کی توجہاں تھے۔ عموماً صدارت شوریٰ بھی آپ ہی فرماتے اور اپنی میٹھی حکیمانہ اور مشفقانہ باتوں سے ارکان کو نیا جوش اور ولولہ بخشدیتے۔ سیاستی مخالفتوں کے باوجود بھی علماء اور اہل علم کے قلوب عین ان کا وقار قائم رہا۔ کیونکہ ان کا کوئی فیصلہ گو بظاہر عام مزاج کے خلاف بھی ہوتا مگر خلوص اور للہیت پر مبنی ہوتا۔ صوبہ سرحد کے علمی و دینی حلقے عموماً اور دارالعلوم حقانیہ میں خاص طور پر ان کی خلافت مدتوں نہیں ہوتی رہے گی۔ حق تعالیٰ مرحوم کو اعلیٰ سے اعلیٰ مقامات و قرب سے نوازے اور ان کے گرامی قند صاحبزادگان اور تمام خاندان کو صبر جمیل اور ان کی ذمہ داریوں کو سنبھالنے کی توفیق سے نوازے۔ مولانا مرحوم